''مسجد قرطبہ'' کا مرکزی خیال
تاریخ کی روشنی میں

ڈاکٹر سید محمد یوسف

اندلس کی تاریخ ، ادب اور آثار اقبال کے لیے خاص طور پر مصدر الہام تھے ۔ ذیل میں تاریخ اندلس کا ایک ورق پیش کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ''مسجد قرطبہ'' کا مرکزی خیال اور عظمت فن سے متعلق اجتماعی تصورات جن کو اقبال نے کمال فن کے ساتھ شعر کا ایسا قالب بخشا ہے کہ حرف و صوت کی مسجد قرطبہ ؛ سنگ و خشت کی جامع قرطبہ کا مکمل جواب بن گئی ہے ، وہ خیال اور تصورات محض نظری فلسفہ کی پیداوار ہونے کے بجائے ٹھوس تاریخی واقعات سے گہرے تاثر پر مبنی ہیں یا کم از کم ٹھوس تاریخی واقعات سے ان کا قوی ربط ہے ۔

عبدالرحمٰن بن محمد الناصر الدین اللہ (۳۰۰ - ۳۵۰ھ) وہ ہیں جنھوں نے اندلس کے حکمرانوں میں سب سے پہلے اپنے آپ کو ''امیرالمومنین'' کہلایا اور سلطانی القاب میں سے ایک لقب ''الناصر'' اختیار کیا ۔ انھیں فن تعمیر سے غیر معمولی شغف تھا جس کی شہرت ''الزہراء'' کے نام کے ساتھ وابستہ ہے ۔ ان کے جلیل القدر قاضی منذر بن سعید البلوطی اپنی بے باک صداقت اور حق گوئی کے لیے مشہور ہوئے ۔ الزہراء جس قدر الناصر کے شوق کا سامان تھا اتنا ہی قاضی منذر کی ملامت کا ہدف تھا ۔ مستند تاریخوں میں[1] الناصر اور قاضی منذر کے مابین اس موضوع پر مندرجہ ذیل مکالمات درج ہیں :

(۱)

ایک روز منذر بن سعید الناصر کے پاس آئے جو الزہراء کے بانی ہیں ۔ الناصر تعمیر کے کاموں میں ہمہ تن مصروف تھے ۔ منذر نے انھیں نصیحۃً کچھ

۱۔ ان کا خلاصہ المقری کی نفح الطیب (المطبعۃ الازھریۃ ، ۱۳۰۲ھ) جلد اول میں ملتا ہے ۔ دیکھیے ص ۲۴۵ ، ۲۶۹ ۔

کہا ، اس پر عبدالرحمٰن الناصر نے یہ شعر پڑھے :

بادشاہوں کو جب یہ آرزو ہوتی ہے کہ ان کے بعد ان کی عالی ہمتی کا
چرچا ہو تو وہ عمارتوں کی زبان سے چرچا کراتے ہیں ۔
دیکھ لو ، دونوں ھرم آج تک باقی ہیں درآنحالیکہ
کتنی سلطنتیں ہیں جنھیں زمانے کے حادثات نے مٹا ڈالا ۔
عمارت کا عظیم الشان ہونا
پتہ دیتا ہے ایک عظیم الشان (انسان) کا[1] ۔

(مورخ کہتا ہے) معلوم نہیں یہ شعر خود عبدالرحمٰن الناصر کے ہیں یا کسی دوسرے کے ہیں جو انھوں نے موقع کی مناسبت سے سنائے ، اگر انھیں کے ہیں تو حسن کلام کی حد کر دی ہے ، اور اگر موقع کی مناسبت سے انھیں یاد آ گئے تو بھی اس موقع پر یہ شعر اتنے موزوں ہیں کہ وہ حسن کلام کی داد کے مستحق قرار پاتے ہیں ۔

منذر ان کو اکثر و بیشتر تعمیرات کے بارے میں سخت سست کہا کرتا تھا ، ایک مرتبہ وہ الناصر کے پاس آیا ۔ اس وقت وہ ایک قبہ کے اندر تھے جس کی اینٹیں انھوں نے سونے چاندی کی بنوائی تھیں اور اس پر اتنی توجہ دی تھی کہ ان کے خیال میں کوئی بادشاہ اس درجہ کو نہیں پہنچا تھا ۔ منذر بولنے کھڑا ہو گیا ، مجلس میں سارے ارباب حکومت جمع تھے ، اس نے یہ آیت تلاوت کی :

"اگر یہ نہ ہوتا کہ سارے کے سارے لوگ ایک ہی امت بن جائیں (کفار کا عیش و عشرت دیکھ کر کفر ہی کا طریقہ اختیار کر لیں) تو ہم رحمٰن کو نہ ماننے والوں کے لیے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے ، اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑہتے . . . . الایۃ سورۃ زخرف ۸ ۔ ۲"

آیت کے بعد اسی کی مناسبت سے کچھ اور کہا ۔ بادشاہ خاموش ہو گیا ،

۱۔ آخری بیت :

انّ البِناءَ اذا تَعاظَمَ شأنُہ اضحیٰ یدُلُ علی عظیمِ الشّان

اندلس کی تاریخوں میں اس بیت کا اور اس معنی کا جس کو یہ بیت متضمن ہے بڑا ہی چرچا ہے ۔

۲۔ پوری آیت یوں ہے :

ولولا ان یکونَ النّاسُ اُمّۃً واحدۃً لَجعلنا لِمَن یکفُرُ بالرحمٰن لِبیوتھم سُقُفا من فضّۃٍ و معارجَ علیھا یَظھَرون و لِبیوتھم ابواباً و سُرراً علیھا یَتکئُون ، و زُخرفا ، و ان کل ذلک لمّا متاعُ الحیوۃِ الدنیا والآخرۃُ عند ربّک لِلمتّقین ۔

معلوم ہوتا تھا کہ اسے بڑی تکلیف ہوئی لیکن علم اور دین کے لحاظ سے منذر بن سعید کا مرتبہ اتنا بلند تھا کہ اسے برداشت کرنے کے سوا چارہ نہ تھا ۔ ایک اور مورخ (ابن الحسن النباھی) کا کہنا ہے کہ بادشاہ تھوڑی دیر سر جھکائے رہا ، اللہ کے سامنے عاجزی سے اس کے آنسو گرتے رہے ، پھر اس نے منذر کی طرف دیکھ کر کہا : قاضی ! اللہ تمھیں ہماری طرف سے اور خود تمھاری اپنی طرف سے نیک جزا دے ، اور دین اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بڑے سے بڑا صلہ دے ، اور تمھارے جیسے لوگ خدا کرے کہ اور بہت سے ہوں ، تم نے جو کچھ کہا وہی حق ہے ، پھر وہ استغفار کرتا ہوا اس مجلس سے اٹھ کر چلا گیا ، اور حکم دے دیا کہ اس خوبصورت قبہ کی چھت توڑ دی جائے اور دوبارہ اسے مٹی کی اینٹوں سے بنایا جائے ۔

(۲)

ایک روز منذر الزہراء میں الناصر کے پاس بیٹھا ہوا تھا ۔ الرئیس ابو عثمان بن ادریس نے کھڑے ہو کر قصیدہ سنایا جس میں یہ شعر بھی تھے :

"جو (عمارتیں) آپ یادگار چھوڑ دیں گے وہ شہادت دیں گی کہ آپ نے
کچھ برباد نہیں کیا ، اور دین اور دنیا کو (فروغ) دیا ۔
آباد جامع سے علم اور تقویٰ کو (فروغ دیا)
اور خوشنما الزہرأ سے سلطنت اور جاہ کو "۔

الناصر جھومنے لگا اور بہت ہی خوش ہوا ۔ منذر بن سعید تھوڑی دیر سر جھکائے رہا ۔ پھر کھڑے ہو کر اس نے یہ شعر سنائے :

"اے الزہراء کے بانی ، تو اپنا سارا وقت اسی میں صرف کرتا ہے ، کیا
تجھے ہوش نہیں آئے گا ؟
سبحان اللہ اس کی رونق کیا خوب ہے ۔
بشرطیکہ اس کا پھول (زہرہ) کملا نہ جائے "۔

الناصر نے کہا : ابوالحکم[1] ! اس پر ذکر ، شوق اور محبت بھری یادوں کی نسیم چلتی رہے گی اور خشوع کے آنسو اس کی آبیاری کریں گے تو انشا اللہ یہ کبھی نہیں کملائے گا ۔ منذر بولا : اے اللہ ! تو گواہ ہے کہ میں نے اپنے ضمیر کی آواز ان کے کان میں ڈال دی اور ان کی خیر خواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ۔ اس میں شک نہیں کہ قاضی منذر (رحمۃ اللہ) نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل سچ

۱۔ منذر کی کنیت ۔ کنیت سے خطاب عزت و تکریم کے لیے ہے ۔

نکلا چنانچہ اس کے بعد (صدی کے اختتام سے قبل) ہی فتنہ و فساد میں زھراء کا پھول کملا گیا ۔

الناصر اور منذر دونوں کی باتوں سے خلوص ٹپکتا ہے ۔ منذر کار جہاں کی بے ثباتی پر پورے اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا تھا ۔ الناصر اتنے ہی اخلاص کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ شوق اور خضوع سے معجزہ ہنر کی آبیاری ہو تو اس میں رنگ ثبات نکھر سکتا ہے ۔ فن کی بابت ان دو متضاد نقطہ ہائے نظر کا تصادم تاریخ کے پردہ پر دیکھتے ہی ذہن اقبال کے ان ابیات کی طرف منتقل ہوتا ہے :

آنی و فانی تمام ، معجزہ ہائے ہنر
کار جہاں بے ثبات ، کار جہاں بے ثبات
اول و آخر فنا ، باطن و ظاہر فنا
نقش کہن ہو کہ نو ، منزل آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں ، رنگ ثبات دوام
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام
مرد خدا کا عمل ، عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات ، موت ہے اس پر حرام

آگے چل کر اقبال کا یہ شعر :

تیرا جلال و جمال ، مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل ، تو بھی جلیل و جمیل

اس کا مقابلہ الناصر کے اس شعر سے کیجیے :

عمارت کا عظیم الشان ہونا
پتہ دیتا ہے ایک عظیم الشان (انسان) کا

اقبال کا خطاب ''مسجد قرطبہ'' سے ہے اور الناصر اور منذر کا موضوع بحث الزھراء تھا ، الناصر نے اگر اِس کی بناء ڈالی تو اُس کی توسیع و تکمیل کی ، وہ الزہراء کو بھی اپنی عظمت شان کا نشان سمجھتا تھا ۔ مسجد قرطبہ اور الزہراء میں فرق ضرور ہے لیکن اس کے باوجود شاید یہ کہنا بجا ہوگا کہ اقبال کے ان ابیات میں صاف طور سے الناصر اور منذر کی آویزش کی صدائے باز گشت سنائی دیتی ہے ۔ بلکہ یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ اقبال کی نظم ''مسجد قرطبہ'' کا مرکزی خیال وہی ہے جو الناصر اور منذر کی رد و قدح سے ابھرتا ہے ، یعنی یہ کہ دنیا کی بے ثباتی کے سیاق میں عظیم الشان عمارتوں کی قدر و قیمت کیا ہے ؟ اقبال اصولی طور پر الناصر کے ہم نوا ہیں ، وہ عظیم الشان عمارت کو دوسرے معجزہ ہائے فن ، یعنی شعر اور سرود کا ہم جنس بتاتے ہیں ، جو چیز ، یعنی عشق ،

شعر کو رفت و بود سے بچا سکتی ہے وہی عمارت کے پھول کو بھی باقی و محفوظ رکھ سکتی ہے :

اے حرمِ قرطبہ ! عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام ، جس میں نہیں رفت و بود
رنگ ہو یا خشت و سنگ ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے ، خونِ جگر سے نمود

دلوں کو گرمانے میں ''خشت و سنگ'' کی کارفرمائی ''حرف و صوت'' سے کم نہیں :

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز
اس کے دنوں کی تپش ، اس کی شبوں کا گداز
اس کا مقام بلند ، اس کا خیال عظیم
اس کا سرور اس کا شوق ، اس کا نیاز اس کا ناز

خلاصہ یہ کہ فن کی عظمت ''سطوت دین مبین'' ہے :

کعبۂ ارباب فن ، سطوتِ دین مبین
تجھ سے حرم مرتبت ، اندلسیوں کی زمین

اقبال کو مسلمانان اندلس کی تاریخ اور آثار سے خاص دلچسپی تھی - بال جبریل ہی میں اس کی شہادت متعدد مستقل نظموں اور جابجا ضمنی اشاروں سے ملتی ہے ..... مسجد قرطبہ سے اتنا گہرا تاثر بھی ندرت رکھتا ہے - اس کی وجہ بھی آسانی سے سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ اندلس صرف ''فردوس مفقود'' نہیں بلکہ جدید علوم و فنون کے ارتقاء کا ''حلقہ مفقودہ'' بھی ہے :

ہے زمین قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمت مغرب میں جو روشن تھی مثل شمع طور
بجھ کے بزم ملت بیضا پریشاں کر گئی
اور دیا تہذیب حاضر کا فروزاں کر گئی
قبر اس تہذیب کی یہ سر زمینِ پاک ہے
جس سے تاک گلشن یورپ کی رگ نمناک ہے

بانگ درا — ''بلاد اسلامیہ''

لیکن اصولی طور پر یہ مان لینے کے بعد کہ سنگ و خشت کا معجزہ ، ذوق و شوق کا امین ہو سکتا ہے اور یہ امانت اس کے لیے بقاءدوام کی ضمانت بن سکتی ہے ، یہ بحث ناتمام رہے گی تاوقتیکہ ہم مسجد قرطبہ اور الزاہراً کے فرق کو بھی اچھی طرح نہ سمجھ لیں -

الرئیس ابو عثمان بن ادریس نے جو شعر سنائے تھے اور جن کو سن کر الناصر جھومنے لگا تھا ان میں اس نے الناصر کی دو عظیم الشان یادگاریں بتائی تھیں : ایک جامع[1] دوسری الزهراء - اپنے ممدوح کے اسلامی شعور سے کام لیتے ہوئے انتہائی سادگی سے اس نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جامع علم اور تقویٰ کے لیے ہے اور اس سے دین کو فروغ ہے ، اور الزہراء سلطنت و جاہ کا مظہر ہے اور اس سے دنیا کو فروغ ہے - اسلامی فضا میں ، جو ''فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ'' کی دعا سے معمور ہو ، ایسی بات شاعرانہ مدح کے پیرایہ میں کہی جا سکتی ہے اور ممدوح کا اس سے وہ اثر لینا جو الناصر نے لیا بالکل معمول کے مطابق ہے ، لیکن منذر جیسا فقیہ—یاد رہے کہ اس دور میں فقیہ کا شاعر ادیب ہونا کوئی عجیب بات نہ تھی—الزہراء کو ''فی الدنیا حسنۃ'' کی فہرست میں داخل کرنے کے لیے تیار نہ تھا ، اسی لیے وہ ہر موقع پر ''و قنا عذاب النار'' کی یاددہانی کرتا ہے - نکتہ یہ ہے کہ وہ ''جامع'' کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ، نہ اچھا نہ برا ، اس کے ذکر سے سکوت اختیار کرتا ہے اور الزہراء کو ، اس کے سونے چاندی کے قبہ کو ، اپنے لعن و طعن کا نشانہ بناتا ہے - حالانکہ الناصر نے جامع قرطبہ کی تجدید و توسیع کے سلسلے میں بھی ایک نیا منارہ تعمیر کرایا تھا جس کی چوٹی پر تین ''رمّانات'' (انار) تھے ، دو سونے کے اور بیچ میں ایک چاندی کا ، ان سے ایسی شعائیں نکلتی تھیں کہ آنکھیں چندھیا جاتی تھیں - منذر ان سے بھی چشم پوشی کرتا ہے - اس کے علاوہ الناصر نے تو یہ دستور بنا لیا تھا کہ مال گذاری کی آمدنی کو تین حصوں میں بانٹتا تھا ، ایک ثلث فوج پر خرچ کرتا تھا ، دوسرا ثلث تعمیرات پر اور تیسرا ثلث ذخیرہ احتیاطی کے طور پر محفوظ کر دیتا تھا - اس کو جو عمارتیں بنوانے کی دھن تھی منذر اس پر معترض نہیں ہے ، وہ تو اس کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں سے الزہراء کو الگ کرکے صرف اسی پر اعتراض کرتا ہے - کیا یہ بات صاف نہیں ہو جاتی کہ اس کی نظر میں الزہراء کی تعمیر الناصر کے ذاتی عیش و عشرت کی مد میں تھی ، وہ اسے الناصر کے دنیاوی تکبر و غرور کا مظہر سمجھتا تھا ؟ سوال

۱- الناصر نے جامع قرطبہ کی توسیع و تکمیل کا اہتمام کیا تھا اور ایک جامع الزہراء بھی نئی تعمیر کی تھی - جامع الزہراء بھی شان میں کچھ کم نہ تھی لیکن حیاتِ ملی کا محور اور علم و دین کا مرکز جامع قرطبہ جیسی شروع سے تھی ویسی ہی آخر تک رہی - اس کی حیثیت میں کوئی فرق نہ آیا -

اسراف کا نہ تھا ، بلکہ تعمیر کی غرض و غایت کا تھا ۔ الناصر سے بھی منذر کی بات سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی ، وہ خوب سمجھتا تھا کہ منذر کیا کہہ رہا ہے ۔ تب ہی تو وہ منذر کے اعتراض کو ''خشوع کے آنسوؤں'' سے دھونے کی کوشش کرتا ہے ؟ کیا یہ خشوع اس تکبر کے مقابلہ میں نہیں جو منذر اس کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ منذر کے تازیانے اس کے خشوع میں اضافہ کرتے ہیں لیکن اسے اپنے خلوص پر اتنا اعتماد ہے کہ وہ اپنی دھن سے باز نہیں آتا ۔

شواہد و قرائن یہ بتاتے ہیں کہ فی الواقع الناصر کا خلوص شک و شبہ سے بالا تر ہے ۔ الزہراء اس کے غرور کا نہیں ، محض شوق کا سامان تھا ۔ لیکن اس کا جذبہ سلیم سہی اس کی منطق سلیم نہ تھی ۔ بہرحال الزہراء کی وابستگی تنہا اس کی ذات سے تھی اور اس لحاظ سے اس کی حیثیت ، الناصر کے اپنے دل میں نہ سہی ، خارجی دنیا میں وہی متعین ہوتی ہے جس پر منذر مصر تھا ۔

جامع قرطبہ کی بناء عبدالرحمٰن الداخل نے ڈالی ، اس کے بعد جامع کی نگہداشت ، اصلاح اور توسیع خلفاء اندلس کا مقدس فریضہ بن گئی ۔ عبدالرحمٰن الداخل سے لے کر عبدالرحمٰن الناصر تک تقریباً سبھی خلفاء نے انتہائی شوق سے اس کی خدمت کی سعادت حاصل کی ۔ یہ دین و علم کا منارہ حیات ملی کا سب سے قابل قدر ادارہ تھا ۔ الناصر نے سارے وسیع و عریض مدینۃ الزہراء پر جتنا خرچ کیا اس کا تقریباً ایک تہائی صرف اس جامع پر خرچ کیا ۔ منذر اس جامع کی شان میں کچھ نہیں کہتا ، جامع الزہراء کا نام بھی زبان پر نہیں لاتا حالاں کہ وہ خود جامع الزہراء ہی کا امام و خطیب تھا ۔ یہ نہیں کہ وہ اس کا قدر دان نہ تھا ، لیکن اس نے اپنے لیے مادح کے بجائے ناصح کا کردار اختیار کر رکھا تھا ۔

منذر کے برعکس اقبال سطوت دین کے نشان تلاش کرتے ہیں ، ان کی نظر میں ''قوۃ السلام'' ہے لال قلعہ نہیں ، ''گورستان شاہی'' ہے ''تاج محل'' نہیں ، اسی طرح ''مسجد قرطبہ'' ہے ''الزہراء'' نہیں ۔ لال قلعہ ، تاج محل اور الزہراء ان سب کی نمود فرد کے ذوق جمال ، لطف عیش اور غم مرگ سے ہے ۔ یہ امتیاز مسجد قرطبہ اور قوۃ السلام ہی کو حاصل ہے کہ ان کی رگ سنگ میں ساری ملت کا خون جگر رواں دواں ہے ، انہیں سے مرد مومن کی خودی کا جلال و جمال آشکار ہے ، گورستان شاہی غم فرد کے لیے سامان تسکین نہیں بلکہ حیات ملت کے لیے تازیانۂ غم ہے ۔ یہ شاید اقبال کی نواؤں ہی کا اثر تھا کہ یہ کاتب الحروف مصر میں اہرام کے تکبر اور جبروت سے مرعوب ہونے کے بجائے جامع عمرو بن العاص کی تواضع اور رحموت سے متاثر ہوا ۔ مسلمانوں نے اپنی طویل تاریخ میں

جو آثار چھوڑے ہیں ان میں اس جامع کی شان بالکل نرالی ہے ۔ یہ معجزۂ فن نہیں اور شاید اسی لیے ہمارے ارباب فن کی توجہ سے محروم ہے ، میں اسے بے سرو سامانی کا معجزہ کہوں گا ، یہ سنگ و خشت میں مومن کے عزم اور توکل علی اللہ کی تفسیر ہے ۔ الغرض آثار کی بھی ایک معنوی شخصیت ہوتی ہے اور اسی کے اعتبار سے ان کی قدر و قیمت متعین ہوتی ہے ۔ منذر کے لیے الزہراء کی معنوی شخصیت نفرت انگیز تھی اور اقبال کے لیے بھی لائق توجہ نہیں ۔ اگر ایک طرف اقبال کا ذوق و شوق حیات پرور اور فکر انگیز ہے تو دوسری طرف ان کی خاموشی بھی محض اتفاق نہیں بلکہ معتمدانہ اور معنی خیز ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ نصیحت کا وقت گزرنے کے بعد اب اگر وہ کچھ کہتے تو ناصح کے بجائے قادح بن کر رہ جاتے ۔ جہاں نصیحت سود مند ہے وہاں وہ بھی بے محابا بول اُٹھتے ہیں :

مری نگاہ کمال ہنر کو کیا دیکھے ۔[1]

الزہراء کی معنوی شخصیت متعین کرنے کے لیے ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس کی بناء کے اسباب و محرکات کیا تھے ، اور اس کی تعمیر سے مقصود کس کی خوش نودی تھی ۔

محی‌الدین بن العربی ''المسامرات'' میں لکھتے ہیں : مجھے قرطبہ کے ایک شیخ نے مدینۃ الزہراء کی بناء کا سبب یہ بتایا کہ الناصر کی ایک سریۃ (داشتہ) مر گئی ، اس نے بہت سا مال چھوڑا تھا ۔ الناصر نے حکم دیا کہ اس مال سے مسلمان قیدی چھڑائے جائیں ، لیکن ڈھونڈنے پر ایک بھی قیدی فرنگیوں (افرنج) کے ملک میں نہ پایا گیا ، اس پر الناصر نے خدا کا شکر ادا کیا ۔ اس موقع پر اس کی کنیز الزہراء جس سے وہ بے انتہا محبت کرتا تھا ، بولی : میری خواہش ہے کہ اس مال سے آپ میرے لیے ایک شہر تعمیر کرائیں جس کا نام میرے نام پر رکھا جائے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہو ۔ چناں چہ الناصر نے جبل العروس کے دامن میں جبل سے قبلہ کی سمت اور قرطبہ سے شمال کی سمت اس شہر کی بناء ڈالی ۔ آج اس کے اور قرطبہ کے درمیان کم و بیش تین میل کا فاصلہ ہے ۔ اس کی تعمیر میں الناصر نے کمال صناعی اور پائیداری کا اہتمام کیا اور تفریح گاہ بنا دیا ، اس میں الزہراء اور ارباب دولت کے حاشیہ برداروں کی رہائش تھی ۔ شہر کے دروازہ پر الناصر نے الزہراء کی تصویر بھی نقش کرائی تھی ۔ چناں چہ جب الزہراء نے

۱۔ ضرب کلیم : ''پیرس کی مسجد'' ۔

وہاں اپنی نشست جائی تو اس نے دیکھا کہ شہر کا حسن اور سپیدی اس پہاڑ کی گود میں پڑی ہے ۔ اس نے کہا : میرے آقا ! آپ دیکھتے ہیں کہ اس حسین دوشیزہ کا حسن اس زنگی کی گود میں پڑا ہوا ہے ۔ الناصر نے حکم دے دیا کہ اس پہاڑ کو ہٹا دیا جائے ۔ ایک صاحب نے عرض کیا : خدا نہ کرے کہ امیرالمومنین کو کوئی ایسا خیال آئے جس کے سننے سے عقل کو بٹا لگے ، اگر ساری مخلوق بھی جمع ہو جائے تو اس پہاڑ کو کھود کر یا کاٹ کر کسی طرح بھی نہیں ہٹا سکتی ، اس کو تو اس کے خالق کے سوا اور کوئی نہیں ہٹا سکتا ۔ تب الناصر نے حکم دیا کہ اس کے درخت کاٹ ڈالے جائیں اور ان کی جگہ انجیر اور بادام کے پودے لگائے جائیں چناں چہ اس سے زیادہ خوب صورت اور کوئی منظر نہ تھا بالخصوص پھولوں کے اور درختوں میں بور آنے کے موسم میں ۔ پہاڑ اور میدان کے درمیان درخت ہی درخت تھے ۔ (قدرے اختصار کے ساتھ اقتباس ختم)

اسلام کی رو سے عورت کوئی ناگزیر شر نہیں ، نہ ہی اس سے گریز کسی درجہ میں بھی مستحسن ہے ۔ اس کے برخلاف عورت رسول‌اللہ کی تین محبوب ترین چیزوں میں ہے ۔ عورت کی ناز برداری بھی باعث اجر و ثواب ہے ، اس کے ''خال ہندو'' پر ''سمرقند و بخارا'' بخشے جا سکتے ہیں ، یہ بخشش'' برات بر شاخ آہو'' کے طور پر ہو تو قدردانی حسن اور جذبہ محبت میں ہر سونس کا دھڑکتا ہوا دل شریک ہوگا ۔ لیکن جہاں جذبہ محبت مدینۃالزہرا کی خارجی و محسوس شکل اختیار کر لے تو پھر یہ دو افراد کے مابین ایک ذاتی معاملہ بن جاتا ہے اور واقع میں جو معاملہ ہو اسے یقیناً معاملات کی شرعی ، قانونی اور اخلاقی حدود کے اندر رہنا چاہیے ۔ نصیحت کا تقاضا یہی تھا کہ منذر اپنے امیر سے بھی ان حدود کی پاسداری کا مطالبہ کرے ۔ اعلیٰ قدریں شاہی اور فقیری کے ٹکراؤ ہی سے ابھرتی ہیں ۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ الزہراء کی تعمیر سے الزہراء کی خوشنودی ملت کا مقصود نہ تھی ۔ بقاء اور دوام اللہ کی خوشنودی ہی کا نتیجہ ہوتا ہے ۔

کھجور کے درخت سے متعلق عبدالرحمٰن الداخل کے اشعار کے ذیل میں اقبال نے مقری کی نفح‌الطیب کا بھی ذکر کیا ہے ، وہیں سے ہم نے الناصر اور منذر کے مباحثہ کا اقتباس لیا ہے ۔ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ اہم ، دلچسپ اور سبق آموز تاریخی حکایت اقبال کے ذہن میں رہی ہوگی ۔ بہرحال اتنا تو ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے ذہن میں یہ حکایت تھی تو انھوں نے اس سے جو تاثر لیا اسے بڑی خوبی سے اپنے فکر میں تحویل کرکے فلسفہ کی متناسب شکل و صورت دی اور شعر کا خوبصورت لباس پہنایا ۔ یہ بجائے خود بڑا کارنامہ

ہے ۔ اور اگر یہ حکایت ان کے ذہن میں نہیں تھی تب تو ان کا الناصر اور منذر کے درمیان محاکمہ کے انداز پر سوچنا کہیں زیادہ حیرت انگیز کارنامہ ہے ۔

انوار اقبال

اقبال کے غیر مطبوعہ ، غیرمعروف اور متفرق خطوط ، مضامین ، اشعار کا مجموعہ جس میں اقبال کی بعض نادر تحریروں کے عکس بھی موجود ہیں ۔

سائز : ۲۲ × ۱۸/۸ ، صفحات ۳۴۸ ۔ دبیز کاغذ
قیمت : ۱۲ روپے

LETTERS AND WRITINGS
OF
IQBAL

A collection of Iqbal's English letters, articles, speeches and statements so far not included in any book

Size : 18 × 22/8 Indexed. pp. viii + 130 Price : Rs. 6·00
(Art Paper) : Rs. 8·00